آزادی

ابو بکر قدوسی

یہ اگست ۱۹۴۷ء ہے ملک ہندوستان کی تقسیم کا اعلان ہو چکا ہے انگریز دو صدیاں اس ملک پر حکومت کر کے رخصت ہو رہا ہے نئی اسلامی ریاست "پاکستان" معرض وجود میں آچکی ہے اور اس کے ساتھ ہی پنجاب بھر میں قتل و غارت کا کا ایک بازار گرم ہو گیا ہے مسلمان خوش ہیں کہ ان کا اپنا ملک بن چکا ہے جہاں وہ اپنی مرضی کے مطابق آزادی سے زندگی گزار سکیں۔ مگر ہندو اور سکھ اپنے ہتھیار تیز کئے ان سے آزادی حاصل کرنے کا انتقام لے رہے ہیں جوان عورتوں کے سہاگ اجڑ رہے ہیں بچے یتیم ہو رہے ہیں ماؤں کے سامنے ان کی اولاد ذبح کی جا رہی ہے مگر کسی کے چہرے پر پچھتاوا نہیں۔ ایک عورت قریب قریب گھسٹتی ہوئی سرحد تک پہنچ سکی ہے اور اپنا سارا خاندان کٹا کر اکیلی بچی ہے سر اٹھاتی ہے دیکھتی ہے کہ ماحول پہ وحشت کی بجائے مامتا غالب آچکی ہے کیا یہ پاکستان ہے؟ جواب میں آواز آتی ہے کہ ہاں اماں یہ پاکستان ہے اس کے چہرے پہ سکون آجاتا ہے اور اس کو اپنے خاندان کا غم بھول جاتا ہے سوچتی ہے کیا ہوا اگر میرا خاندان کٹ گیا کتنے افراد ہیں جو آج اپنے دیس میں سکھ اور چین کا سانس لے رہے ہیں۔

یہ امرتسر کا ایک محلہ ہے اس میں صرف ایک گھر مسلمانوں کا ہے باقی محلہ سکھوں اور ہندوؤں پر مشتمل ہے اس گھرانے کو نکل جانے کا موقع نہیں ملا چنانچہ بلوائیوں نے اب اس گھرانے کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ جوان بھائی اپنی بہنوں کی طرف بے بسی سے دیکھ رہا ہے۔ دل ہے کہ آنے والے لمحات کا تصور کر کے کانپ رہا ہے اور دماغ ان "لمحات" کے بارے میں سوچنے سے فرار ہو رہا ہے آنکھوں میں سوال ہے۔ اس کی عفت ماب بہنیں جن کے چہرے کو کسی غیر کی نگاہ نے آج تک چھوا نہ تھا اس کی آنکھوں کے سوال کو پڑھ لیتی ہیں "بھیا جو تم چاہ رہے ہو وہ کر گزرو کہ آج کے بعد کی زندگی درحقیقت موت ہو گی" بھائی کی آنکھوں کے سامنے بچپن کے ماہ و سال کے مناظر آجاتے ہیں کتنی حسین یادیں چلی آرہی اس کے دل میں درد ہے کہ بڑھا چلا جا رہا ہے اس کی کیفیت کو بہنیں محسوس کر رہی ہیں مگر لاچار ہیں ہجوم دروازے تک آپہنچا ہے بھیا جلدی کر ہمارا جواب تم نے سن لیا ہے اس زندگی سے ہم کو عزت پیاری ہے۔ وہ پستول بہنوں کی طرف کرتا ہے دو دھماکے ہوتے ہیں اور دو لاشیں زمین پر گرتی ہیں اور دو عزتیں بچ جاتی ہیں دھک کی ایک شدید لہر اس کے رگ و پے میں سرائیت کر جاتی ہے مگر یہ سوچ کر کہ دو جانیں قربان ہو گئیں نہ جانے کتنی جانیں آزاد دیس میں سکھ سے سانس لیں گی ایک پرسکون اور فاتحانہ مسکراہٹ لئے وہ دروازے کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ جہاں ہجوم بڑھتا جا رہا ہے۔

آزادی! کتنا حسین لفظ ہے

یوم آزادی - یہ اگست ۱۹۹۲ء ہے

آزاد دیس کے باشندے آزادی کی "نعمتوں" سے سرفراز ہو رہے ہیں آزادی کا مفہوم یہاں کے باسی بخوبی جانتے ہیں چنانچہ روزانہ اخبارات ایسی خبروں سے بھرے ہوتے ہیں اگست کا مہینہ آزادی کا مہینہ ہے انگریز سے آزادی۔ ہندوؤں کی بالا دستی سے آزادی اور اس کے علاوہ ہر طرح کی مادر پدر آزادی! یہ خبر میرے سامنے ہے اور مجھے بھی آزادی کے اس مفہوم کی سمجھ آرہی ہے اخبار نے سرخی جمائی ہے کہ غنڈوں سے خود کو بچاتی بچاتی لڑکی قانون کے گھر میں عزت لٹا بیٹھی۔ ایک دوسری خبر بھی ہے "بھٹہ مزدور کی بیٹی تم ناہ تک بے آبرو ہوتی رہی پولیس "بااثر" ملزمان تک نہ پہنچ سکی" پولیس کیسے پہنچتی؟ وہ تو کہیں اور پہنچی ہوئی ہے کہاں؟ یہ گلشن راوی کی ایک بدنصیب ماہ بتاتی ہے "میری آنکھوں کے سامنے تھانے دار نے میری بیٹی کو بے آبرو کیا"
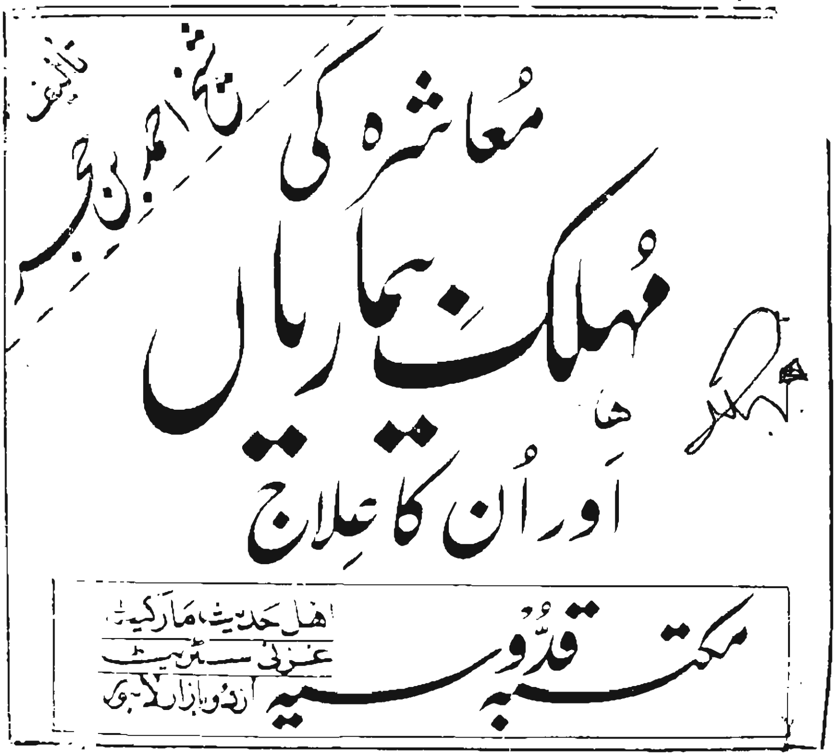
آج ہم ان بہنوں کو کیا جواب دے سکتے ہیں جنہوں نے اس آزادی کی خاطر جانیں گنوائیں اور انصاف کے نام پہ اسلام کے نام پہ حکومت کرنے والے آزادی کا کیا مطلب لے رہے ہیں۔ خبر آتی ہے کہ "قومی اسمبلی میں شراب پہ پابندی کا بل پیش ہوا تو کورم ٹوٹ گیا" کیونکہ یہ قرار داد "آزادی" کے خلاف تھی اور مہینہ اگست کا تھا۔ کاش ہم جان سکتے کہ ہم نے جس آزادی کی خاطر اگست ۱۹۴۷ء میں لہو بہایا تھا وہ یہ نہیں۔